جہان مفتی اعظم
شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علامہ
شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری
رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی حیات طیبہ کے گوشوں کا بیش بہا خزانہ
مرتبین
علامہ محمد احمد مصباحی اعظمی
علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی
مولانا مقبول احمد سالک مصباحی
تصحیح و تخریج
مولانا مقبول احمد سالک مصباحی
شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی حیات طیبہ کے مہکتے گوشوں کا بیش بہا خزانہ

جہانِ مفتی اعظم

مرتبین

- علامہ محمد احمد مصباحی اعظمی
- علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی
- مولانا مقبول احمد سالک مصباحی

حسبِ فرمائش

- حضرت الحاج محمد سعید نوری
- حضرت الحاج محمد عیسیٰ بابا نوری
- جناب الحاج سراج الدین خان
- جناب حاجی عبد الغفار رضوی بابو بھائی

تصحیح تخریج

- مولانا مقبول احمد سالک مصباحی

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر نزد مسلم ماڈل ہائی سکول ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-7246006
شبیر برادرز اردو بازار لاہور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

نام کتاب	جہان مفتی اعظم
مرتبین	علامہ محمد احمد مصباحی اعظمی۔ علامہ عبدالمبین نعمانی مصباحی مولانا مقبول احمد سالک مصباحی
حسب فرمائش	حضرت الحاج محمد سعید نوری۔ حضرت الحاج محمد عیسیٰ بابا نوری جناب الحاج سراج الدین خان۔ جناب حاجی عبدالغفار رضوی (بابو بھائی)
محرک	محمد منشا تابش قصوری:۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان)
ناشر	ملک شبیر حسین
تصحیح وتخریج	مولانا مقبول احمد سالک مصباحی
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور
تعداد صفحات	۱۱۷۶
تعداد اشاعت	۵۰۰
سنہ اشاعت	۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء
قیمت	600/-

مفتی اعظم کے رسالہ

''الموت الاحمر'' کا ایک جائزہ

مولانا مفتی حافظ عبدالحق رضوی مصباحی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے وارث علم وفضل، مرآۃ جمال وکمال، مفتیِ انام، مقتدائے خواص وعوام، امام ملت، سیدی سندی مرشدی حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر فضائل کے ابواب اتنے کثیر ہیں کہ ان سب کا احاطہ مجھ جیسے بے مایہ کے بس میں تو کیا ہوگا، پوری ملت کے ارباب علم ودانش اگران سب کو بتمامہا بیان کرنا چاہیں تو شاید ہی بیان کر سکیں۔

علم وفضل، زہد وورع، عمل بالعزیمت، استقامت علی الشریعہ، ربط باللہ، ارشاد وتبلیغ حسن صورت، حسنِ سیرت، شفقت علی الخلق وہ عنوانات ہیں کہ ان سب پر اگر تفصیلی گفتگو کی جائے تو دفتر کے دفتر تیار ہو جائیں۔ اللہ عز وجل کا شکر ہے کہ ہماری جماعت کا جمود وتعطل حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کی ذات بابرکات کے تعلق سے بہت حد تک ٹوٹ چکا ہے۔ حضرت کے سلسلے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور حضرت کے فضائل ومناقب کے بہت سے گوشے عوام وخواص کے سامنے آچکے ہیں۔ رضا اکیڈمی بمبئی کے باحوصلہ جواں ہمت ارکان حضور مفتی اعظم کی بارگاہِ اقدس میں اپنا نذرانہ پیش کرنے کے لیے عالمی سطح پر جشن صد سالہ منا رہے ہیں اور حال یہ ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے منتخب روزگار عمائد پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑے ہیں۔ جن میں علما بھی ہیں اور مشائخ بھی۔ ارباب علم ودانش بھی ہیں اور صحافی بھی، اہل قلم بھی ہیں اور اہلِ لسان بھی اور یہ سب حضرات اپنی اپنی توانائیوں کو بروے کار لا کر حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حلیۂ جمال وکمال کے ہر نقش کو عمدہ سے عمدہ طریقے سے سنوار اور سجا کر لائے ہیں۔

میں سخت کشمکش میں تھا کہ حضرت مفتی اعظم کے اس خصوصی جشن میں شریک ہونے کے لیے حضرت کی زندگی کا کون سا باب سپرد قلم کروں۔

بالآخر بہت غور وخوض کے بعد یہ خیال آیا کہ میں اپنے مقالے کا عنوان حضرت مفتی اعظم کے مناظرانہ فضل وکمال کو بناؤں۔

بظاہر مناظرہ بہت آسان معلوم ہوتا ہے جو بھی چرب زبان، ذہین وفطین تیز وطرار ہو لوگ اسے مناظر سمجھنے لگتے ہیں۔

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے ایک موقع پر فرمایا۔ سب سے مشکل کام مناظرہ ہے۔ مناظرہ کے لیے تمام علوم وفنون کا ماہر ہونا بھی لازم ہے۔ اور بیدار مغز، حاضر جواب، شگفتہ بیان ہونا بھی ضروری ہے۔ مناظرہ میں اگرچہ موضوع متعین ہوتا ہے مگر کسے معلوم کہ اثنائے مناظرہ کس فن کا کون سا مسئلہ بحث کے لیے پیش ہو جائے۔

مناظرہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسا قادر الکلام ہو کہ اپنے مافی الضمیر کو بلا جھجک اس خوبصورتی کے ساتھ بیان کرے کہ مخالف دم بخود، اور ساکت رہ جائے۔ اور سامعین کے دل میں بات اتر جائے۔

جب اکابر دیو بند پیہم اپنی شکست و ہزیمت کے بعد مناظرے سے تنگ آ گئے تو اپنی عافیت گوشۂ تنہائی میں بیٹھنے ہی میں سمجھی۔ لیکن جناب تھانوی صاحب کے کچھ نادان دوستوں نے انھیں مجبور کیا۔ یہاں تک کہ تھانوی صاحب نے ایک طالب علم کو مدرسہ شاہی مسجد مرادآباد سے کچھ سکھا پڑھا کر طالبِ حق کے بھیس میں ذوالحجہ ۱۳۳۷ھ میں آستانہ عالیہ بریلی شریف بھیجا۔ جب اس کے سامنے براہین قاطعہ گنگوہی صاحب والا قول پیش کیا گیا تو اس کو سن کر بے تکان اس نے کہا یہ اسلام سے کوسوں دور ہے۔ پھر اس کو براہین قاطعہ کی عبارت دکھائی گئی تو اب اس کے نیچے کی سانس نیچے اور اوپر کی اوپر رہ گئی۔ اسے غور کرنے کی ہدایت کی گئی اور یہ حکم دیا گیا کہ آستانہ پر حاضر ہوا کرو۔

کچھ دنوں بعد مدرسہ شاہی مسجد سے اس طالب حق بننے والے نے ایک خط آستانہ عالیہ پر ے رحرم کو حاضر کیا، جس میں اس شیطان والے قول کا کچھ تذکرہ نہیں تھا۔ البتہ اس خط میں اپنے دو شبہ کا تذکرہ کیا تھا۔ یہ دونوں شبہے اس سے چھ سال قبل ۱۳۳۱ھ میں علماے دیو بند نے ایک مجہول شخص کے نام سے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجے تھے۔ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنا فتوی رقم فرما کر ارسال کر دیا تھا۔ اب پھر اسی فتوے کی نقل اس خط نویس کے یہاں ارسال کر دی گئی، اور یہ ہدایت بھی کی گئی کہ جناب تھانوی صاحب ظاہری سے سمجھ لیں اور اگر وہ بھی نہ سمجھا سکیں تو اپنے عجز کا اظہار کر دیں سمجھا دیا جائے گا۔ اس فتویٰ مبارکہ کے ارسال کے بعد ایک طویل خاموشی رہی۔ علماے اہل سنت کو گمان ہوا کہ شاید سچ مچ طلب تحقیق تھی جوابِ مسکت نے خاموش کر دیا۔ مگر حاشا وہ تو صرف اک تھانوی مکر تھا جو بیسویں دن دوم صفر کو مہملات واختراعات اور مکابرات سے پُر ایک خط آستانہ عالیہ بریلی شریف بھیجا۔ جو اعتراضات اور شبہات اس خط میں پیش کیے گئے تھے وہ پوری دیو بندی جماعت کے اکابر کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ تھے۔ اور ان لوگوں کا گمان یہ تھا کہ یہ شبہات واعتراض لاینحل ہیں۔ ہرگز ان کے جوابات ہو ہی نہیں سکتے۔ مگر الموت الاحمر نے ان کا یہ گمان غلط ثابت کر دکھایا۔

اب میں جناب تھانوی صاحب اور ان کی پوری جماعت کی مشترکہ کوشش سے جو اعتراضات پیش کیے گئے تھے وہ ہدیۂ قارئین کرتا ہوں اور ان کے وہ جوابات جو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کمال متانت اور انتہائی سنجیدگی کے ساتھ ارقام فرمائے ہیں، قلم بند کر رہا ہوں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ انصاف کے ساتھ بغور مطالعہ فرمائیں۔ انشاء اللہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد صلاحیت پورے طور سے آشکارا ہو جائے گی اور مذہب اہل سنت کی حقانیت کا آفتاب خورشید نیم روز کی طرح درخشاں و تاباں دکھائی دے گا۔

شبہ اول : خاتم النبیین کی بحث کرتے ہوئے اہل دیو بند نے امکان ذاتی کا قول کیا ہے۔ اور حضور نے بھی امکان ذاتی ہی کی تصریح کی ہے۔ چناں چہ المعتقد کے حاشیہ ص ۱۰۹ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے'' اما الذاتی فلا یحتمل الاکفار'' اس تصریح کے بعد آپ میں اور اہل دیو بند میں کچھ فرق باقی نہیں رہا یعنی امکان وقوعی نہ جناب کے یہاں درست نہ دیو بندیوں کے یہاں۔

اور جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے امکان ذاتی کے قائل ہوئے تو اگر ایک وقت میں دس بیس نبی ہوئے تو وہ بھی ممکن بالذات ہوئے اور اگر وہ سب ایک ہی وقت میں اس عالم سے تشریف لے گئے تو سب کے سب خاتم زمانی بھی ہوں گے۔ اب آپ امکان ذاتی تعدد خواتم کے بھی قائل ہو گئے اور جو امکان ذاتی کا قائل ہو گا اس کو امکان تعدد خواتم خود بہ خود لازم آئے گا۔ زبان سے اگر تعدد خواتم کا انکار بھی فرما دیں تو اس سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا۔ خاتمیت زمانی کے تو صرف اتنا ہی منافی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ

ہو سکے۔ سو اس کے آپ خود بھی مقر ہیں اور صاحب تحذیر بھی اور جو خاتمیت ذاتی صاحب تحذیر الناس نے حضور کے لیے ثابت کی ہے وہ آپ کے نزدیک بھی ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اس میں فضیلت نہیں ہے؟ اور اگر ثابت ہے تو پھر صاحب تحذیر الناس اور آپ میں کیا فرق ہے؟

رہ گیا آپ کا یہ فرمانا کہ صاحب تحذیر الناس کی تکفیر اس پر ہے کہ خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین جاننا جاہلوں کا خیال ہے۔ اس میں کوئی فضیلت نہیں۔ یہ مقام مدح میں ذکر کے قابل نہیں۔ تو یہ مضمون تحذیر الناس میں نہیں ہے۔ تحذیر میں نہ ختم زمانی کا انکار ہے اور نہ فضیلت کا، بل کہ ختم زمانی کے ساتھ ختم ذاتی کو بھی ثابت کیا گیا ہے اور ختم زمانی کو قرآن وحدیث، تواتر واجماع امت سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر بتایا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ صاحب تحذیر کی تکفیر آپ حضرات کس بنیاد پر کرتے ہیں؟

بحثِ اول تکفیر نانوتوی صاحب: حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ''ادخال السنان'' اور ''وقعات السنان'' لکھ کر جناب نانوتوی صاحب کے پاس رجسٹری بہت پہلے بھیج دی تھی، جس میں مفصل رد مذکور ہے یہاں ان دونوں رسالوں کے مطالعے کی ہدایت، اور اگر کوئی جواب ان دونوں رسالوں کا علماے دیوبند کی طرف سے لکھا گیا ہو تو اس کے مطالبے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

اولاً: اے تھانوی صاحب باطنی، آپ اور سارے علماے دیوبند جواب دیں۔ ولید اپنی ایک کتاب لکھے کہ ''عوام کے خیال میں تو اللہ تعالیٰ کا واحد ہونا بایں معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے۔ تنہا خدا ہے۔ مگر اہلِ فہم پر روشن ہے کہ ایک یا اکیلے ہونے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ نہ یہ مقامِ مدح میں ذکر کے قابل۔ آدم بھی ایک۔ ابلیس بھی ایک ہے بلکہ معنی توحید یہ ہے کہ اللہ معبود بالذات ہے۔ دوسرے اگر ہوتے بھی تو معبود بالعرض ہوتے۔ اس سے تنہائی آپ ہی لازم آ جائے گی۔ پھر دوسرا خدا نہ ہونا قرآن وحدیث، تواتر واجماع سے ثابت ہے۔ اس کا منکر کافر ہوگا۔ توحید اگر بایں معنی تجویز کی جائے، جو میں نے عرض کیا تو اللہ کا واحد ہونا بندوں ہی کی نظر سے خاص نہ ہوگا۔ بل کہ بالفرض اگر بعد ازل بھی کوئی خدا ایک یا دو یا دس بیس یا لاکھ دس لاکھ پیدا ہو جائیں تو پھر بھی توحید الٰہی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ انتہی

یہ ولید مسلم موحد ہے یا مشرک کافر، بر تقدیر اول کیا مسلمان ایسی ہی توحید مانتے ہیں جو اور خداؤں کی نافی منافی نہ ہوئی۔ اور اس معنی کو کہ اللہ ایک ہے جاہلوں نافہموں کا خیال نا قابل مدح وخالی از کمال سمجھتے ہیں؟ بر تقدیر ثانی وہ کیوں کافر و مشرک ہوا حالاں کہ اس نے دوسرے خدا نہ ہونے کے ساتھ الوہیت بالذات کو بھی ثابت کیا ہے۔ اور دوسرے خدا نہ ہونے کو قرآن وحدیث تواتر واجماع امت سے ثابت کر کے اس کے منکر کو کافر بتایا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ تکفیر کس بنا پر ہے۔ یہ کیا غضب ہے کہ متکلم اپنی مراد، اپنا مطلب صاف صریح لفظوں میں اپنی اسی کتاب، اسی بحث میں، اسی مسئلہ میں بیان کرتا ہے۔ مگر اس کی کچھ شنوائی ہی نہیں ہوتی۔

ثانیاً .... تحذیر الناس شاید آپ نے دیکھی نہیں، صرف سنی سنائی کہہ دی کہ اس میں یہ مضمون نہیں۔ اب دیکھیے شروع کلام اسی سے ہے کہ عوام کے خیال میں رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں۔'' دیکھیے وہ معنی کہ ائمہ علما، تابعین صحابہ سب سمجھے اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے، انھیں جاہلوں نافہموں کا خیال بتایا۔

ثالثاً .... ص ۳ دیکھیے'' اس میں ایک تو خدا کی جانب یاوہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور شکل، رنگ، سکونت وغیرہ اوصاف میں جنھیں فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے؟ دوسرے رسول کی جانب نقصان قدر کا احتمال، کیوں کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال۔''

دیکھیے کیسی صریح تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ عظیمہ بمعنی آخر الانبیا خود کوئی فضیلت ہونا درکنار اسے فضیلت

میں دخل تک نہیں وہ کوئی کمال نہیں۔ بلکہ ایسوں ویسوں کے ذلیل احوال کی طرح ہے۔(والعیاذ باللہ تعالیٰ)

رابعاً ......میں نے اپنے مراسلہ میں کفریات نانوتوی میں سے یہ بھی گنا تھا کہ ''حضور کے زمانے میں بل کہ حضور کے بعد بھی اگر کوئی نیا نبی مانا جائے تو خاتمیت میں خلل نہیں۔''.....الحمد للہ! کہ آپ نے تحذیر الناس میں اس کے وجود کا انکار نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو کہ یہ خاتم النبیین پر ایمان نانوتوی صاحب کا خاتمہ کر گیا۔ختم زمانی کے اس ریائی اقرار اور اس کے منکر کے تصنعی اکفار کا پردہ اتر گیا۔

یہ تو بدیہی ہے کہ اس تقدیر پر کہ ''بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو، ختم زمانی باطل ہو جائے گا کہ وہ تو یہی تھا کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں۔''(تحذیر ص ۲)

اور جب حضور کے بعد اور نبی پیدا ہو تو سب میں آخری نبی کب رہیں گے، کہ ان سے آخر اور ہوا۔غرض اس سے ختم زمانے کا انتفا بدیہی اور اس کے انتفا سے نانوتوی صاحب کا ساختہ ختم ذاتی بھی ختم کہ اسے ختم زمانی لازم تھا۔

''ختم نبوت بہ معنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔''(تحذیر ص ۹) اور لازم کے انتفا سے ملزوم کا انتفا لازم۔ تو نہ ختم زمانی رہا نہ ذاتی بچا، سب فنا اور خاتمیت بجا، اس میں کچھ خلل نہ آیا۔

یہ کیسا شدید کفر ہے اور کتنی ڈھٹائی کے ساتھ۔ دیوبندی تعصب وعناد کے مارے ہوئے ہیں۔تھانوی صاحب آپ تو اب طالبِ تحقیق ہیں۔ضرور اس پر غور کریں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ان کے بدگویوں کی حمایت نہ لیں گے۔

(الموت الاحمر ملخصاً ص:۲۱ تا ۲۴)

تھانوی صاحب باطنی نے جو نبی کے امکان ذاتی ماننے پر تعدد خواتم کو لازم قرار دیا اور اس پر اعتراض کیا تھا۔اس کا جواب پڑھیں۔اور شہزادہ اعلیٰ حضرت کو جو اپنے آبا و اجداد سے موروثی علم وفضل ملا ہے اس کا دل کش نظارہ کریں۔

خامساً .... تعدد امکان، امکانِ تعدد نہیں، جیسے اجتماع امکانات امکان اجتماع نہیں۔یعنی جس چیز میں تعدد محال ہے اور علیٰ سبیل البدلیۃ دو یا سو کا احتمال ہے۔وہاں تعدد امکان تو ہوا، یعنی متعدد احتمالات تو ممکن ہیں مگر امکان تعدد نا ممکن کہ مفروض یہ ہے کہ اس شی میں تعدد محال ہے۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خاتم الانبیا ہونے میں علیٰ سبیل البدلیۃ دو یا سو کا احتمال تو ہے تو تعدد امکان ہوا، مگر امکان تعدد نا ممکن۔ یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیا ہو گئے تو پھر کسی اور کا ہونا محال، پھر اس کے بعد اس کی پانچ نظیریں پیش فرمائی ہیں۔

(۱) حصول فردیت ہر تشخص سے ممکن اور تعدد محال بالذات

(۲) ممکن کے وجود وعدم دونوں ہر وقت ممکن اور اجتماع محال بالذات

(۳) ہر تضاد میں دونوں ضدیں ہمیشہ ممکن کہ ممکن کبھی محال نہیں ہو سکتا ورنہ انقلاب مواد لازم آئے گا۔اور اجتماع محال۔

(۴) جو وقت لیجیے اس میں رات اور دن دونوں ممکن، اور دونوں ہوں، یہ محال۔

(۵) اس کی نظیر شرعیات میں ''حل للا زواج'' ہے عورت ہر نا محرم کے لیے حلال اور اجتماع شرعاً محال۔

تو تھانوی صاحب باطنی کا امکان ذاتی سے امکان تعدد خواتم سمجھنا کیسا باطل خیال، اتنی نا فہمی کے بعد اس کی کیا شکایت، کہ سب اس عالم سے ایک ہی وقت میں تشریف لے جائیں تو سب خاتم ہوں گے۔''

ایک بھی نہ ہو گا کہ خاتم کے معنی بہ اقرار تحذیر الناس (ص ۲) یہ ہیں کہ سب میں آخر نبی۔ جب دس بیس ایک ساتھ ہوئے تو سب میں آخر ایک بھی نہ ہوا۔تعجب تو اس بات پر ہے کہ المعتمد المستند کی عبارت (ص:۱۰۹) جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔خود اسی میں اس شبہ

باطلہ کے کشف کی طرف اشارہ فرمادیا گیا ہے۔ اما الذاتی فلا یحتمل ا لاکفار بل ھو ھھُنا صحیح و ان بطل فی تعدد خاتم النبیین لان الآخر بالمعنی الموجودھھنا لا یقبل الاشتراک عقلاً ''مگر کشف کے باوجود آپ کو سمجھ میں نہ آیا۔

سادساً ..... محض غلط ہے کہ دیوبندیہ دوسرے نبی کے امتناع بالغیر کے قائل ہیں۔ انصافاً غور کیجیے کہ ممکن بالذات کسی محال بالذات کے لزوم سے ممتنع بالغیر ہوگا یا ممکن بالذات کے؟ ممکن کے لزوم سے ممکن کا محال ہونا بداہۃً باطل۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا ہونا بلاشبہ نافی خاتمیت ہے اور خاتمیت کا انتفا محال کہ اس سے معاذ اللہ کلام الٰہی کا کذب لازم آئے گا۔ قال اللہ تعالیٰ: وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰـهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (سورۂ احزاب ۳۳/۴۰) اور کذب الٰہی قطعاً محال بالذات تو اس کے لزوم نے اسے محال بالغیر کردیا۔ لیکن دیوبندیہ بل کہ سارے کے سارے وہابیہ کے نزدیک کذب الٰہی ممکن تو اس کا لزوم اسے کیوں کر ممتنع بالغیر کردے گا۔ مسلمانوں کے خوف سے اپنے کفر پر پردہ ڈالنے کے لیے زبانی امتناع رٹنا کیا مفید؟ اب تو آپ کو مسلمانوں اور دیوبندیوں کا فرق کھل گیا۔

سابعاً ..... انصافاً ملاحظہ ہو نانوتوی صاحب نے اس دیوبندی ڈھول کی کھال تک سلامت نہ رکھی کہ امتناع بالغیر تھا تو اسی لیے کہ خاتمیت میں فرق آئے گا اور وہ فرما چکے (تحذیر ص: ۳۳) بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

اب کہیے وہ امتناع بالغیر کس گھر سے لائیں گے۔ تو آپ کا یہ ادعا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہ ہوسکنے کے نانوتوی صاحب بھی قائل ہیں کیسی صریح ڈھٹائی ہے۔

ثامناً .... ہاں! یہ قاعدہ آپ نے بہت مفید باندھا کہ جس امر میں فضیلت سمجھی جائے اسے ثابت ماننا ضروری ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے کسی ورود کی ضرورت نہیں۔ یہی دلیل کافی ہے کہ وہ فضیلت ہے لہٰذا ثابت ہے۔ الحمد للہ! یہ قاعدہ وہابیت اور دیوبندیت کا خاتمہ کردے گا۔ فی الحال اتنا ہی بتایئے کہ یہ عطائے الٰہی علم محیط زمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اس میں فضیلت نہیں ہے؟ اور اگر ثابت ہے تو گنگوہی صاحب اس پر ایمان سے کیوں منحرف ہیں؟ اور کیوں کہتے ہیں کہ ثبوت فعلی اس کا کہ عطا کیا ہے کس نص سے ثابت ہے کہ اس پر عقیدہ کیا جائے؟ اور کیوں کہتے ہیں کہ بدون حجت ایسی بات کو عقیدہ کرنا موجب معصیت کا ہے؟

افسوس کہ آپ کا یہ باطنی لباس ان کے وقت میں نہ ہوا کہ ان کی آنکھیں کھلواتا۔ اور فضائل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انھیں ایمان لانے کی طرف بلاتا۔ اگرچہ من یضلل اللہ فماله من ھاد۔

شبہ دوم : براہین کی عبارت دیکھنے سے پہلے جو میں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ شرک میں تفریق نہیں ہوسکتی۔ جو بات مخلوق میں ایک کے لیے ثابت کرنا شرک ہو جس کسی کے لیے ثابت کی جائے گی شرک ہوگی۔ کیوں کہ خدا کا کوئی بھی شریک نہیں ہوسکتا۔ میں اپنے اس عقیدے پر اب بھی قائم ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اب مجھ کو سخت حیرت اور تعجب ہے کہ حضور نے براہین قاطعہ کے متعلق کیا تحریر فرمایا ہے۔ جس علم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا شرک خالص کہا گیا ہے، جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں، وہ علم ذاتی ہے اور جس علم کو ابلیس لعین کے لیے ثابت مانا وہ علم عطائی ہے۔ تو جو غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا شرک ہے (یعنی ذاتی) وہ شیطان کے لیے ثابت نہیں مانا اور جس علم کا ثبوت شیطان کے لیے تسلیم کیا ہے۔ (یعنی عطائی) وہ کسی کے لیے ثابت کرنا شرک نہیں کہا گیا ہے۔ تو اب حاصلِ کلام یہ ٹھہرا کہ